اکرام علی ملک

# انجمن حمایت اسلام لاہور ۱۸۸۴ء-۱۹۰۶ء

## قیام

انجمن حمایتِ اسلام لاہور مسلمانانِ پنجاب کی اہم ترین تعلیمی و دینی انجمن ہے[۱] اس کی بنیاد لاہور کے چند ہمدردانِ قوم کی کوششوں سے مارچ ۱۸۸۴ء میں رکھی گئی۔ یہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کا دور مسلمانوں کے زوال و ابتلا کا دور تھا۔ اسی زمانے میں غیر ملکی تسلط قائم ہوا جس سے اہلِ ہند کے لیے متعدد سیاسی و ثقافتی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ انگریز مسلمانوں کو اپنا خطرناک ترین دشمن اور سیاسی حریف سمجھتے تھے، جب کہ مسلمان اُنھیں غاصب اور اپنے مذہب و تہذیب کے لیے زہرِ قاتل تصور کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی نے اس خلیج کو وسیع تر اور باہمی عناد و مخالفت میں زبردست اضافہ کر دیا۔ مسلمان انگریزوں کے تعلیمی نظام کو بھی اپنے لیے مُضر، ناکافی اور عیسائیت کے پرچار کا ایک اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر وہ سیاسی زوال کے علاوہ معاشی و سماجی پسماندگی کا بھی شکار ہو گئے۔ اسی زمانے میں عیسائی مشنریوں نے اپنے مذہب کے فروغ اور اہلِ ہند کو مختلف طریقوں سے عیسائی بنانے کے لیے وسیع و منظم کوششیں کیں۔ ہندوؤں نے بھی اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے متعدد جماعتیں قائم کر لیں۔ ان میں سب سے زیادہ فعال آریہ سماج تھے۔ ان دونوں مذاہب کی تنظیموں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی تہذیب پر بھی شدید حملے کیے۔ ان سے مسلمانوں کے مِلی وجود و تشخص کے لیے زبردست خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ انہی حالات و امور کو مدنظر رکھتے ہوئے متعدد مقامات پر

---

۱؎ خواجہ محمد حیات، مختصر تواریخ انجمن حمایتِ اسلام لاہور (۱۸۸۴ء-۱۹۴۰ء) لاہور ص ۱۔ (بعد ازاں مختصر تواریخ)

اسلامی انجمنیں قائم ہوگئیں۔ سرسید احمد خاں نے بھی مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لیے زبردست کوششیں کیں جن سے اُن میں جدید تعلیم اور معاشرتی اصلاح کے لیے ایک ولولہ اور جوش پیدا ہوگیا۔ انجمن حمایت اسلام بھی انہی مقاصد کے حصول کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اس کا باقاعدہ افتتاح ۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کو مسجد بُکن خاں میں منعقدہ ایک جلسۂ عام میں ہوا۔ حاضرین کی تعداد تقریباً اڑھائی صد تھی جن میں غیر مسلم عمائدین بھی شامل تھے۔ چوں کہ اس میں انجمن کے اغراض و مقاصد کو اشتہار کے ذریعے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس لیے اسی تاریخ کو انجمن کا یوم بنیاد تصور کیا جاتا ہے [۲]۔ یہ مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

ا۔ مخالفینِ مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے اور اس غرض کو پورا کرنے کے واسطے واعظوں کے تقرر اور رسالے کے اجرا وغیرہ وسائل کو عمل میں لانا۔

ب۔ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا تاکہ وہ غیر مذہب والوں کی مذہبی تعلیم کے بُرے اثر سے محفوظ رہیں۔

ج۔ اہلِ اسلام کو اصلاحِ طرزِ معاشرت و تہذیب اخلاق اور تحصیل علومِ دینی و دنیوی اور باہمی اتحاد و اتفاق کا شوق دلانا [۳]۔

۱۸۸۸ء میں ان میں مزید دو مقاصد کا اضافہ کر دیا گیا یعنی (ا) مفلس اور یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا تاکہ وہ غیر مذہب والوں کے پنجے میں آکر دین و ایمان سے ہاتھ دھو کر عذابِ آخرت کے مستحق نہ بنیں۔ (ب) اہلِ اسلام کو گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی کے فوائد سے آگاہ کرنا۔ واعظوں کے تقرر و رسالے کے اجرا وغیرہ کے بارے میں پہلے مقصد کے دوسرے حصّے کو ایک علیحدہ مقصد کا درجہ دے دیا گیا [۴] جس سے اُن کی تعداد چھ ہوگئی۔ انجمن نے اُن کی تشریح و اشاعت کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اخبارات، رسائل، اشتہارات، جلسوں اور وعظوں میں اُن کی پوری وضاحت اور تشریح کی گئی۔

**عہدیداران و انتظامی مجالس** شروع میں انجمن کے ممبران کی تعداد نہایت قلیل تھی لیکن ستمبر ۱۸۸۴ء

---

۲۔ ایضاً۔ ص ۲

۳۔ سالانہ رپورٹ انجمن حمایتِ اسلام بابت ۱۸۸۵ (بعد ازاں سالانہ رپورٹ)، ص ۴

۴۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۸ء، ص ۶

تک بڑھ کر دو سو اور دسمبر ۱۸۸۵ء میں چھ سو ہو گئی۔ اس کے پہلے صدر خلیفہ محمد حمید الدین، دبیر اعلیٰ مولوی غلام اللہ قصوری، نائب دبیران منشی چراغ دین و منشی بسیر بخش اور خزانچی منشی عبدالرحیم خاں دہلوی تھے۔ دیگر سرکردہ ارکان میں شیخ رحیم بخش (سوداگر انار کلی)، مولوی سید احمد علی شاہ (واعظ)، حاجی میر شمس الدین، مرزا عبدالعزیز، منشی شمس الدین شائق، منشی محمد کاظم، منشی نجم الدین، منشی محبوب عالم، سیٹھ علی بخش، مولوی علی محمد، شہزادہ مرزا عبدالغنی گورگانی، خان بہادر شیخ خدا بخش، خان بہادر شیخ خیر الدین، خلیفہ عماد الدین، خلیفہ محمد امین، منشی جان محمد، ڈاکٹر محمد الدین، مولوی احمد بابا مخدومی، منشی نظام الدین اور مولوی محمد فضل الدین شامل تھے۔ انجمن کا دفتر ڈبی بازار میں کرنل سکندر خاں کی حویلی کرائے پر لے کر قائم کیا گیا۔ ہفتہ وار وعظ کے علاوہ انجمن کے تمام اجلاس اسی حویلی میں منعقد ہوتے تھے۔ ۱۸۸۶ء میں مدرسۃ المسلمین (مردانہ) کو بھی کچھ عرصے کے لیے اس میں منتقل کر دیا گیا۔ رکنیت کے لیے چار آنے ماہوار چندہ مقرر تھا۔[55] انتظامات اور ضروری امور کی انجام دہی کے لیے تین کمیٹیاں یعنی جنرل کمیٹی (مابعد جلسۂ عام و جنرل کونسل)، کارکن کمیٹی (مجلس منتظمہ) اور ناظم التعلیم کمیٹی قائم تھیں۔ جنرل کمیٹی کا اجلاس ہر اتوار کو ہفتہ وار وعظ کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ اس میں کارکن کمیٹی کی روداد کے علاوہ تمام معاملات پر غور ہوتا تھا۔ اس میں انجمن کے تمام ممبران حصہ لے سکتے تھے۔ کارکن کمیٹی مجلسِ انتظامیہ کی حیثیت رکھتی تھی[56] شروع میں یہ صرف انجمن کے پانچ عہدیداروں پر مشتمل تھی[57] ۱۸۸۶ء میں اس کے ارکان کی تعداد تیس[58] اور ۱۸۹۰ء میں پچاس کر دی گئی[59] اس کا اجلاس بھی ہفتے میں ایک بار ہوتا تھا۔ تمام فیصلے کثرتِ رائے سے کیے جاتے تھے۔ ناظم التعلیم کمیٹی کے تحت مدرسۃ المسلمین کے انتظام و نگہداشت کی ذمہ داری تھی۔ اس کے ممبروں کی تعداد پندرہ تھی[60] ۱۸۸۸ء میں قواعد و ضوابط کو از سر نو مرتب کیا گیا۔

---

[55] مختصر تواریخ، ص ۱-۳، ۲۲

[56] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۳۵-۳۶

[57] مختصر تواریخ ص ۱۳ ۔

[58] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۳۶

[59] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء ص ۲

[60] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۳۶

تمام ممبران سے رائے طلب کرنے اور متعدد اجلاسوں میں بحث و ترامیم کے بعد ۱۸۸۹ء میں انھیں منظور کر لیا گیا۔ اُن کے تحت نئے عہدیداروں کا انتخاب بھی کیا گیا۔ ناظم التعلیم کمیٹی کا دائرہ کار وسیع کر کے زنانہ مدارس کا انتظام بھی اُس کے سپرد کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں اُس کے تحت دو سب کمیٹیاں بھی قائم تھیں، جن کے ذمے تالیفات اور بورڈنگ ہاؤس کا انتظام اور نگرانی تھا۔ اسی برس رسالے کے انتظام کے لیے ایک علیحدہ کمیٹی مجلس مہتمم رسالہ کے نام سے قائم کی گئی۔ اُس کے ممبر کثرتِ رائے سے شائع ہونے والے مضامین کا انتخاب کرتے تھے۔ اِن مستقل مجالس کے علاوہ بعض اوقات چند ضروری امور کے لیے خصوصی کمیٹیاں بھی قائم کی جاتی تھیں[۱۱] کمیٹیاں اپنے فرائض نہایت محنت اور باقاعدگی سے سرانجام دیتی رہیں۔ ابتدائی سالوں میں کام کی کثرت کی وجہ سے تمام کمیٹیوں نے متعدد اجلاس منعقد کیے۔ مثلاً ۱۸۸۹ء میں مجلس عام نے چودہ اجلاس کیے، جن میں نئے قواعد و ضوابط کے علاوہ ایک سو سے زائد تجویزیں منظور ہوئیں۔ مجلس منتظمہ کے پچیس اور مجلس ناظم التعلیم کے تیئس اجلاس ہوئے[۱۲] اگلے برس مجلس عام نے آٹھ، مجلس منتظمہ نے اکیس اور مجلس ناظم التعلیم نے اُنیس جلسے کیے جن میں بالترتیب ۱۹۰، ۲۴۹ اور ۲۹۵ تجاویز منظور ہوئیں۔ مجلس مہتمم رسالہ بھی اپنے اجلاس باقاعدگی سے منعقد کرتی رہی۔ نومبر ۱۸۹۰ء میں قواعد میں ترمیم کر کے مجلس عام کا دائرہ کار عہدیداروں کے انتخاب، سالانہ بجٹ، قواعد و ضوابط کی ترمیم و تنسیخ اور ماتحت مجالس کے ممبروں کے انتخاب کی منظوری تک محدود کر دیا گیا۔ دیگر تمام معاملات مجلس منتظمہ کے سپرد کر دیے گئے، جس سے انجمن کے انتظام میں بہتری پیدا ہوئی اور مجلس منتظمہ کو عام امور پر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا[۱۳]۔ اِس سے مجلس عام کے اجلاسوں کی تعداد بھی کم ہو کر سال میں دو تین رہ گئی۔ مجلس منتظمہ اور دیگر مجالس اُسی طرح باقاعدگی اور کثرتِ تعداد سے اپنے اجلاس منعقد کرتی رہیں۔

انجمن کے تمام عہدے دار اعزازی تھے۔ وقت کے ساتھ اُن کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ اُن کے انتخابات ہر تین سال کے بعد منعقد ہوتے تھے۔ مارچ ۱۸۸۶ء میں حاجی میر شمس الدین

---

[۱۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء ص ۶

[۱۲] ایضاً ص ۵

[۱۳] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء ص ۱-۲

اور مولوی کریم بخش نائب دبیران منتخب ہوئے۔ جولائی ۱۸۸۷ء میں میر شمس الدین دبیر اعلیٰ اور خان بہادر شیخ خیر الدین نائب دبیر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۰ء میں مولوی عبد الغنی سیکرٹری ناظم التعلیم کمیٹی مقرر ہوئے۔ اُن سے پہلے مولوی عمر الدین اس عہدے پر فائز رہ چکے تھے[114] اگلے برس مولوی عبد الغنی کی انگلستان روانگی کی وجہ سے اُن کے بھائی مولوی نجف علی کو مقرر کیا گیا۔ اسی برس منشی عبد الکریم کو ایڈیٹر رسالہ، منشی نبی بخش کو مہتمم کتب خانہ اور مرزا عبد الرحیم کو انسپکٹر مدرسۃ المسلمین مقرر کیا گیا۔ منشی جلال الدین اور منشی شمس الدین کو دو نئے عہدیداروں یعنی اسسٹنٹ سیکرٹری اور اسسٹنٹ انسپکٹر زنانہ مدارس مقرر کیا گیا[115] ۱۸۹۲ء کے انتخابات میں سترہ میں سے سات پر پُرانے اور آٹھ پر نئے عہدے دار منتخب ہوئے، جب کہ دو عہدے داروں کے کام میں تبدیلی ہوئی[116] اسی دوران کئی افراد نے انجمن کی کارکردگی بالخصوص انتخابات کے طریقۂ کار پر نکتہ چینی کی۔ اُن کے مطابق انجمن پر ایک خاص فرقہ کے لوگ قابض تھے جو ہر تین برس بعد اپنے ہی آدمی منتخب کروالیتے تھے۔ متعدد عہدے دار بالکل نااہل تھے جب کہ تعلیم یافتہ افراد کو دانستہ طور پر شامل نہیں کیا جاتا تھا۔ انتخابات میں ہر عہدے کے لیے صرف ایک شخص کا نام تجویز کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے رائے دہندگان کو مجبوراً اُسی نام کی توثیق کرنی پڑتی تھی۔ اگرچہ انجمن نے کچھ عرصے بعد ایک سے زائد نام تجویز کرنے کا مطالبہ تسلیم کر لیا، لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ ہر اُمیدوار کے ساتھ اُس کے تجویز کنندگان کی تعداد بھی درج کی جائے گی[117] اخبار چودھویں صدی کے ایک مراسلہ نگار کے مطابق اس شرط کا اصل مقصد پسندیدہ افراد کو منتخب کروانا تھا[118] پیسہ اخبار اور چودھویں صدی میں اس سلسلے میں کئی مضامین اور خطوط شائع ہوئے جن میں انجمن کی تشکیل اور طریقۂ انتخاب پر متعدد اور متضاد آراء کا اظہار کیا گیا[119] انجمن کے مطابق اُس کی مخالفت کم علمی اور غلط فہمی پر مبنی تھی۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوان صرف تنقید

---

[114] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء، ص ۲

[115] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۲

[116] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۲ء ص ۳

[117] چودھویں صدی (راولپنڈی) ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۵ء [118] چودھویں صدی ۱۔ نومبر ۱۸۹۵ء

[119] پیسہ اخبار (لاہور) ۲۴ نومبر، یکم، ۸ دسمبر ۱۸۹۴ء، ۱۶ فروری ۱۸۹۵ء؛ چودھویں صدی ۱۵۔ اکتوبر، یکم نومبر، یکم دسمبر، ۲۴ دسمبر ۱۸۹۵ء، ۸ فروری، یکم اکتوبر و یکم نومبر ۱۸۹۶ء و یکم فروری ۱۸۹۷ء

کرنا جانتے تھے ، اُن میں سے اکثر عدیم الفرصت اور عملی خدمات سے گریزاں تھے ۔ نیز وہ اپنے نظریات کو ہر صورت منوانے کے حامی تھے ۔ قومی خدمت کے لیے صرف گریجویٹ ہونا کافی نہ تھا بلکہ عملی خدمت کا جذبہ زیادہ ضروری تھا ۔ چند خامیوں کے باوجود انجمن نہایت کامیابی سے قومی خدمات سرانجام دے رہی تھی۔ اس لیے اُس کی ہیئت اور عہدیداروں کو تبدیل کرنا اُس کے مقاصد کو نقصان پہنچانے کے مترادف تھا۔[20] چنانچہ ۱۸۹۶ء میں تقریباً تمام عہدے دار دوبارہ منتخب ہوگئے ۔ اس سال چار نئے عہدے بھی قائم کیے گئے[21] خلیفہ حمید الدین کی وفات کے بعد ۱۸۹۷ء میں شیخ خدا بخش کو صدر اور مفتی حافظ محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج کو سینئر اور میاں کریم بخش میونسپل کمشنر لاہور کو جونیئر نائب صدر منتخب کیا گیا[22] کچھ ہی ماہ بعد شیخ خدا بخش کی تبدیلی کی وجہ سے یہ عہدہ دوبارہ خالی ہوگیا ۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء میں مفتی محمد عبداللہ ٹونکی کو صدر اور مرزا محمد ابراہیم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ محکمہ انہار کو سینئر نائب صدر منتخب کر لیا گیا ۔ چودھری سردار خاں کو سیکرٹری مجلس ناظم التعلیم ، سید خورشید انور کو انسپکٹر اسلامیہ کالج اور قاضی محمد ظفر الدین اسسٹنٹ پروفیسر اورینٹل کالج کو ناظم مدرسہ حمیدیہ مقرر کیا گیا ۔ باقی عہدوں پر سابق عہدے دار منتخب ہوگئے ۔ اس کے ساتھ پانچ عہدوں کی تخفیف بھی کی گئی ۔ اسی برس انجمن نے کسی عہدیدار کو تنخواہ یا الاؤنس دینے کا بھی فیصلہ کیا[23] اس کا اصل مقصد سیکرٹری منشی شمس الدین کو اُن کی ہمہ وقت خدمات کے صلے میں معاوضے کے طور پر ایک معمولی رقم ادا کرنا تھا ۔ منشی شمس اس کے لیے تیار نہ تھے ۔ لیکن بالآخر خواجہ عبدالصمد رئیس بارہ مولا کے اصرار پر قبول کر لیا[24] چودھویں صدی میں شائع ہونے والے خط میں اس فیصلے پر نکتہ چینی کی گئی ۔ اس کے مطابق عہدوں کی تخفیف اور معاوضے کی ادائی متضاد فیصلے تھے ۔ انجمن کا سرمایہ بڑی مشکل سے جمع ہوتا تھا ، اس لیے اُسے نہایت محتاط طریقے سے خرچ کرنا چاہیے[25] انجمن کے آئندہ انتخابات ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۴ء میں منعقد ہوئے ۔ ۱۹۰۴ء میں مجلس منتظمہ کے ممبران کی

---

[20] چودھویں صدی یکم نومبر و یکم دسمبر ۱۸۹۵ء

[21] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۶ء ص ۸ - ۹

[22] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۷ء ص ۳

[23] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۸ء ص ۲ - ۴ ،

[24] مختصر تواریخ ص ۱۵

[25] چودھویں صدی ۸ دسمبر ۱۸۹۸ء

تعداد بڑھاکر پچھتر کردی گئی[۲۶]

واعظین :۔ انجمن کا اوّلین مقصد اسلام کی تبلیغ اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا تھا۔ دیگر مذاہب کی تبلیغی سرگرمیوں اور حملوں کے علاوہ مسلمان بھی متعدد غیر شرعی رسوم و بدعات کا شکار رہتے۔ اُن میں اسلام کی روح اور تعلیمات کو سمجھنے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کی صلاحیت بھی کافی حد تک مفقود ہوچکی تھی۔ چنانچہ انجمن نے انھیں اسلامی احکام کی تعمیل اور رسوم غیر مشروعہ کو ترک کرنے کے لیے متعدد کوششیں کیں۔ سب سے اہم کوشش ہر اتوار کی صبح کو وعظ کے اجلاس کا انعقاد تھی۔ اس میں ہر فرقے کے مسلمانوں کو شرکت کی اجازت تھی۔ سب سے پہلے مولوی سیّد احمد علی دہلوی وعظ فرماتے تھے، ان کے بعد ممبرانِ مجلس خاص کر تعلیم یافتہ نوجوانوں کو کسی دینی یا قومی مسئلے پر اظہارِ خیال کی دعوت دی جاتی تھی۔ کسی مقرر کو اختلافی یا متنازعہ امر پر رائے زنی کی اجازت نہ تھی۔ مولوی سیّد احمد علی ہفتہ وار اجلاس کے علاوہ انارکلی اور شہر کے چند دیگر مقامات پر بھی وعظ فرماتے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں انجمن کے سرگرم رُکن منشی شمس الدین نے کئی ماہ تک دہلی دروازہ وغیرہ مقامات میں وعظ کہا۔ اسی سال کے شروع میں انجمن کی طرف سے ایک صاحب گوجرانوالہ میں وعظ کہتے رہے۔[۲۷] انجمن کے وکیل صوفی غلام محی الدین نے بھی تبلیغِ اسلام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ سکھ دور کے گورنر ملتان دیوان مولراج کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور قبولِ اسلام سے پہلے آپ کا نام دیوان رام سروپ تھا۔[۲۸] آپ نے انجمن کے اغراض و مقاصد کی تشریح اور اُس کے لیے مالی معاونت حاصل کرنے کی غرض سے وسیع پیمانے پر دورے کیے۔ اس دوران آپ نے ہر جگہ وعظ بھی کہے۔ دسمبر ۱۸۸۶ء میں انجمن نے سیّد محمد شاہ گیلانی کو بھی واعظ مقرر کردیا، جو اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔[۲۹] ۱۸۸۷ء میں انجمن کے محرر خلیفہ عبدالرحیم ریلوے کے کارخانے میں وعظ کہتے رہے۔ ہفتہ وار وعظ اجلاس بھی باقاعدگی سے منعقد ہوتے رہے جن میں متفقہ دینی مسائل، مسلمانوں کے حالات، اسلام

---

[۲۶] سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۲ء ص ۲۔

[۲۷] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۵ء ص ۷، ۹

[۲۸] مختصر تواریخ ص ۱۹

[۲۹] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۷۔۱۰

کی دینی و دنیوی برکتوں اور دیگر مذاہب کے مقابلے میں اُس کی صداقتوں پر وعظ، تقاریر اور مضمون پڑھے جاتے تھے۔[۳۰] ۱۸۸۶ء کے آخر میں صوفی غلام محی الدین نے چند بیرونی مقامات مثلاً شملہ، جالندھر اور کپور تھلہ کے دورے بھی کیے۔[۳۱] اگلے برس وہ ملتان اور راولپنڈی تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے اِن مقامات اور دورانِ سفر متعدد شہروں اور قصبوں، گلی کوچوں اور مساجد میں وعظ کیے۔[۳۲] ۱۸۸۸ء میں آپ نے میرٹھ، گوجرانوالہ اور جھنگ کا دورہ کیا۔ انجمن کے ایک اور رُکن وکیل مولوی حسن علی ایڈیٹر رسالہ نورِ اسلام نے پنجاب کے متعدد شہروں کا دورہ کیا۔ اُنھوں نے بھی انجمن کے اغراض و مقاصد کی تشریح کے علاوہ مختلف دینی مسائل پر مفید لیکچر دیے۔ اسی سال کے آخری مہینوں میں ایک واعظ کو عیسائی مشنریوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے بٹالے بھیجا گیا۔ اُن کی کوششوں سے وہاں ایک انجمن بھی قائم ہوگئی تھی۔[۳۳] ۱۸۸۹ء میں ایک واعظ کو برطرف کر دیا جب کہ دوسرے نے استعفیٰ دے دیا۔ اس وجہ سے ہفتہ وار اجلاس بھی باقاعدگی سے منعقد نہ ہو سکے۔ اکتوبر میں مولوی عبدالرحیم محرر انجمن کو قائم مقام واعظ مقرر کر دیا گیا۔ صوفی غلام محی الدین نے اس برس بھی متعدد شہروں میں وعظ کیے۔[۳۴] ۱۸۹۰ء میں مولوی عبدالرحیم کو مستقل واعظ مقرر کر دیا گیا۔ اُنھوں نے شہر کے مختلف علاقوں کے علاوہ شادی بیاہ وغیرہ کی متعدد تقریبات میں بھی دینی مسائل خاص کر غیر اسلامی رسوم کے خلاف وعظ کیے۔[۳۵] ۱۸۹۰-۱۸۹۱ء میں صوفی غلام محی الدین نے مرادآباد، رُڑکی، پٹیالہ، لدھیانہ، نابھہ، مالیر کوٹلہ، ملتان، جہلم، چونیاں، منٹگمری، ڈلہوزی، گجرات، جہلم، راولپنڈی، حضرو، اٹک، حسن ابدال، میرٹھ، دہلی، ٹونک، گوجرانوالہ، بریلی، انبالہ اور شملہ کا دورہ کیا۔ انہی دوروں کے دوران گوجرانوالہ اور انبالہ میں انجمن کی شاخیں قائم کی گئیں۔ مولوی عبدالرحیم حسبِ دستور شہر کے اندر اور شہر کے باہر مختلف مقامات

---

۳۰ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۷

۳۱ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۷-۱۰

۳۲ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۸

۳۳ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۷-۹

۳۴ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۸ء ص ۶-۸

۳۵ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء ص ۳

پر اوقات مقررہ کے مطابق وعظ کرتے رہے۔[۳۶] اگست ۱۸۹۲ء میں ایک اور لائق و متدین واعظ ابویوسف مبارک علی کو ضلع سیالکوٹ میں عیسائی پادریوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے مقامی مسلمانوں کی تحریک اور سفارش پر مقرر کیا گیا۔ آپ نے متعدد مقامات پر وعظ کے علاوہ پادریوں سے کامیاب مناظرے بھی کیے۔[۳۷] اگلے برس انجمن نے دو نئے واعظ مقرر کیے ایک ابوالرشید عبدالحمید جلال آبادی کو جنھیں ضلع فیروزپور میں متعین کیا گیا اور دوسرے حافظ فضل الدین کو جو لاہور اور بیرون شہر کے مختلف مقامات پر وعظ کرتے رہے۔ صوفی غلام محی الدین نے بھی متعدد علاقوں کے دورے کیے۔[۳۸] ۱۸۹۴ء میں حافظ فضل الدین کو ابویوسف مبارک علی کی جگہ نارووال بھیج دیا گیا جو عیسائی پادریوں کا ایک اہم گڑھ بن چکا تھا۔ آپ نے پُراثر وعظوں کے علاوہ پادریوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے بھی کیے۔ خلیفہ عبدالرحیم نے لاہور اور مضافات میں وعظوں کے علاوہ متعدد مجالس نکاح میں بھی تقریریں کیں۔ ابوالرشید عبدالحمید چار ماہ رخصت پر رہنے کے بعد ضلع فیروزپور اور لدھیانہ میں دورے کرتے رہے۔ صوفی غلام محی الدین نے ہندوستان کے دیگر علاقوں کے علاوہ گوجرانوالہ، لدھیانہ، پٹیالہ مالیر کوٹلہ، فیروزپور اور راولپنڈی کا دورہ کیا اور اپنے دلکش بیانوں اور مؤثر وعظوں سے قوم کو مستفیض کیا۔[۳۹] اگلے برس آپ نے فیروزپور، سرسہ، حصار، ہانسی، دیپالپور، کپورتھلہ اور لدھیانہ کا دورہ کیا۔ مولوی عبدالرحیم زیادہ تر لاہور اور اس کے مضافات میں وعظ کرتے رہے۔ مئی میں چند روز کے لیے شرقپور میں جاکر وعظ کیا۔ اگست، اکتوبر اور نومبر میں دو مسلمان یتیم بچوں کو عیسائی پادریوں کے قبضے سے چھڑانے کے لیے ایک مقدمے کی پیروی کے لیے ہوشیارپور جاتے رہے۔ سفر کے دوران آپ نے جالندھر، ہوشیارپور، گڑھ شنکر، پھگواڑہ، نواں شہر، کاٹھ گڑھ اور چند دیگر مقامات میں وعظ بھی کیے۔ مولوی عبدالرحیم حسب سابق ضلع فیروزپور اور لدھیانہ میں دورہ کرتے رہے۔ حافظ فضل الدین نارووال میں مقیم رہے۔ ۱۶ تا ۲۲ جولائی مسیح ابن اللہ کے مسئلے پر عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ کیا۔ جس میں آپ

---

۳۶ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء ص ۳۰، سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۲-۴

۳۷ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۲ء ص ۳-۴

۳۸ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۳ء ص ۴-۵

۳۹ے سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۴ء ص ۴-۵

غالب رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے متعدد دیہات کا بھی دورہ کیا۔ مقامی مسلمان آپ کی کارکردگی سے بے حد خوش تھے، اسی لیے انھوں نے انجمن کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک وفد بھی بھیجا۔[140] اگلے برس آپ نے قلعہ سوبھا سنگھ اور پسرور میں آریہ سماجیوں اور موضع کوریکے میں گلو شاہ کے میلے پر پادریوں سے مباحثے کیے۔ اس کے نتیجے میں تقریباً بیس افراد مسلمان ہوئے۔ مولوی عبدالحمید ضلع فیروزپور اور لدھیانہ کے قصبوں اور گاؤں میں وعظ کرتے رہے۔ مولوی عبدالرحیم نے لاہور اور نواحی علاقوں میں روزانہ وعظ کے لیے کچھ عرصہ کے لیے ہوشیارپور، قصور، رائے ونڈ فیروزپور اور دیگر قصبوں اور دیہات کا دورہ کیا۔ دسمبر میں آپ کو گوڑ گاؤں کے ایک مسلمان لیڈر مولوی برکت علی کے لڑکے کی تقریب بسم اللہ میں وعظ کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس دعوت کا مقصد تبلیغ اسلام کے علاوہ دیگر مسلمانوں کو انجمن کی مالی امداد کرنے اور ایسی تقاریب میں دینی مسائل بیان کرنے اور مسلمانوں کو غیر شرعی رسوم ترک کرنے کی ترغیب دینا تھا۔[141] اگلے برس وہ لاہور کے کئی محلوں میں رات کے بارہ بجے تک وعظ کہتے رہے۔ حافظ فضل الدین نے نارووال میں اپنے کام کے علاوہ متعدد قصبات مثلاً سنگھڑہ، پسرور، ظفروال، قلعہ سوبھا سنگھ، جونڈہ، اجنالہ، فتح گڑھ، ڈیرہ نانک، شکرگڑھ، فتحپور، لائل پور، وزیرآباد اور خانقاہ ڈوگراں کا دورہ کیا۔ آپ نے موضع دھرک (ضلع سیالکوٹ) میں ڈاکٹر ہنری مارٹن اور موضع رام داس میں عبدالرحیم اور صادق مسیح سے مباحثے کیے، جس کے نتیجے میں دو ہندو اور دو عیسائی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صوفی غلام محی الدین تقریباً پانچ ماہ دورے پر رہے، جس کے دوران انھوں نے متعدد مقامات میں مسلمانوں کو اپنے پُراثر وعظوں سے مستفیض فرمایا۔[142] جولائی ۱۸۹۸ء میں مولوی فضل الدین کی وفات کے بعد مولوی اللہ دین لدھیانوی کو نارووال بھیجا گیا۔[143] ۱۸۹۹ء میں ایک اور واعظ مولوی ابراہیم کو مقرر کر کے تنادلی اور اس کے بعد سیلون بھیجا گیا۔ متعدد مسلم اخبارات نے انجمن کی طرف سے مالی وسائل کی تنگی کے باوجود دور دراز علاقوں میں بھی تبلیغ اسلام

---

۱۴۰ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۵ء ص ۳-۵

۱۴۱ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۷ء ص ۱۴-۱۵

۱۴۲ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۸ء ص ۵-۶

۱۴۳ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۸ء ص ۷، سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۹ء ص ۵

کے لیے واعظ بھیجنے کی اس کارروائی کی تعریف کی[۴۴]۔ ۱۸۹۸ء میں انجمن نے ایک عیسائی ڈاکٹر احمد شاہ کی تحریر کردہ کتاب "امہات المومنین" پر زبردست احتجاج کرتے ہوئے گورنر پنجاب کو اُسے فوراً ضبط کرنے کی درخواست کی۔ ایک اور میموریل میں اُس نے گورنر کی طرف سے انکار پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے تمام مسلمانانِ ہند کی طرف سے وائسرائے کی خدمت میں مشترکہ عرض داشت پیش کرنے کے لیے اجازت طلب کی۔ انجمن نے عیسائی مشنریوں اور دیگر مذہبی تنظیموں کی مخالفانہ سرگرمیوں کو روکنے اور اُن کے اعتراضات کے جواب دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ لاہور میں بھی اس سلسلے میں کئی بار مناظرے ہوئے، جن میں انجمن کے واعظوں اور دیگر علما نے مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے مدلل جواب دیے۔ انجمن نے اس مقصد کے لیے کئی کتابیں بھی شائع کیں۔ ۱۸۸۴ء میں اُس نے عیسائیوں کے ایک رسالے کے جواب میں مولوی غلام دستگیر قصوری کا تحریر کردہ رسالہ شائع کیا[۴۵]۔ ہفتہ وار مجالس وعظ اور متعدد مقامات اور گلی کوچوں میں مبلغینِ اسلام کی تقریروں سے مسلمانوں کے عقائد و معاشرتی زندگی پر نہایت خوش گوار اور دُور رس اثرات پڑے۔ ان سے اُن میں اسلامی جوش و قومی تشخص کا احساس اجاگر کرتے میں بھی بڑی مدد ملی۔ انجمن کے سالانہ اجلاس بھی اشاعتِ اسلام اور قومی ہمدردی و یک جہتی کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوئے۔ ان میں متعدد جیّد علماء، قومی مصلحین، سیاسی رہنماؤں اور شاعروں نے حصہ لیا۔ انھوں نے اپنے وعظوں، تقریروں اور نظموں سے ایسے اثرات مرتب کیے جو انجمن کی ترقی و استحکام کے علاوہ ہماری قومی زندگی اور جدوجہد میں نہایت مددگار ثابت ہوئے۔

**رسالہ:** تبلیغِ اسلام اور اصلاحِ قوم کے لیے ۱۸۸۵ء میں انجمن نے ایک ماہوار ۱۹ رسالہ بھی جاری کیا[۴۶]۔ شروع میں یہ چھوٹے سائز میں چھپتا تھا، لیکن چند ماہ بعد اُس کا سائز بڑھا کر اس کی اشاعت چار سو سے ایک ہزار کر دی گئی[۴۷]۔ اس میں دینی اور قومی اُمور سے متعلق مضامین کے علاوہ مختلف مجالس کی کارروائیاں

---

[۴۴] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۹ء ص ۵-۶

[۴۵] مختصر تواریخ ص ۲

[۴۶] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۵ء ص ۱۹-۲۰

[۴۷] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۱۱-۱۲

سالانہ جلسے کی روئداد اور چندہ دہندگان کی فہرستیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ یہ رسالہ تمام ممبران اور دیگر ہمدردانِ قوم کو مفت بھیجا جاتا تھا۔ بلکہ ڈاک کا خرچ بھی انجمن خود ادا کرتی تھی۔ ۱۸۸۷ء میں اُس کی تعداد سولہ سو اور دو سال بعد دو ہزار کر دی گئی۔ وہ رسالہ پنجاب کے علاوہ دیگر علاقوں کے مُسلم عمائدین اسلامی انجمنوں اور اخبارات کے ایڈیٹروں کو بھی بھیجا جاتا تھا جس سے انجمن کی قلمی و مالی معاونت کے علاوہ متعدد اخبارات و رسائل بھی تبادلے میں حاصل ہوتے رہے۔[۵۴۸] ۱۸۹۱ء منشی عبدالکریم کو ایڈیٹر مقرر کیا گیا اور اشاعت ڈھائی ہزار کر دی گئی۔ اس سال رسالے میں دیگر مضامین کے علاوہ دو کتابیں یعنی ازالۃ الشبہات اور تقدیس الانبیا بھی قسط وار چھپتی رہیں۔ پہلی کتاب مولوی ابو محمد یحییٰ کی تالیف تھی جس میں عیسائی مشنری ڈاکٹر برخودار کی طرف سے قرآن و حدیث پر کیے گئے اعتراضات کے مدلّل جواب دیے گئے تھے۔ دوسری کتاب بھی عیسائیوں کی ایک تصنیف نبی معصوم کے جواب میں لکھی گئی تھی جس میں مصدقہ حوالوں سے عیسائیوں کے اس خیال کی کہ نبی معصوم نہیں ہوتے، تردید کی گئی تھی۔ اُس سال آریوں کے اعتراضات کے جواب میں مولوی محمد فیروز الدین مُدرس سیالکوٹ کا ایک مضمون بھی شائع ہوا۔[۵۴۹] بعض اوقات اشاعت میں تاخیر اور بے قاعدگی بھی پیدا ہوئی، لیکن اس پر جلد ہی قابو پا لیا گیا۔[۵۵۰] ۱۹۰۲ء میں اُس کی تعداد تین ہزار کر دی گئی[۵۵۱] جو ۱۹۰۵ء میں تین ہزار پانچ سو تک پہنچ گئی۔ اُسی برس ماسٹر احمد بابا مخدومی کی جگہ منشی عبدالکریم کو ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔[۵۵۲] ماسٹر احمد بابا کئی برس ایڈیٹر رہے اور اُنھوں نے رسالے کی اشاعت و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ رسالے میں مذہب، معاشرتی اصلاح اور قومی مسائل کے بارے میں اعلیٰ پائے کے مضمون شائع ہوتے تھے۔ کسی کو متنازعہ اُمور پر یا کسی فرقے کے خلاف لکھنے کی اجازت نہ تھی۔ اسلام کے مخالفین کے جواب بھی تہذیب و دلائل سے دیے جاتے تھے۔ اُس کے مشہور قلمی معاونین میں منشی محمد فضل قادر، مولانا اشرف علی سلطان پوری، منشی نذیر علی، منشی امداد حسین، سید محمد حسین سید پوری

---

۵۴۸ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۸-۱۰

۵۴۹ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۲، ۱۶-۱۷

۵۵۰ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء، ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء ص (بالترتیب) ۱۳، ۱۶، ۱۲

۵۵۱ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۲ء ص ۱۰

۵۵۲ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۵ء ص ۸

مولوی غلام نبی اور حکیم شیر محمد شامل تھے[۵۲] اس رسالے نے سر سید احمد خاں کے تہذیب الاخلاق کی طرح مسلمانوں کی مذہبی و معاشرتی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سے انجمن کی کارکردگی اور حالات کے بارے میں متواتر اطلاعات ملتی رہیں جن سے اُس کی رکنیت اور مالی معاونت میں مدد ملی۔

**درس قرآن اور مدرسہ حمیدیہ:** ۱۸۸۵ء کے شروع میں انجمن کے صدر خلیفہ حمید الدین نے اپنے گھر پر قرآن شریف کے روزانہ درس کا بھی اہتمام کیا۔ اس میں تمام فرقوں کے مسلمانوں کو شرکت کی عام اجازت تھی۔ شروع میں یہ درس صبح کے وقت دیا جاتا تھا لیکن کچھ عرصے کے بعد اُسے شام کے وقت کر دیا گیا[۵۴،۵۳] اس میں قرآن شریف کے ترجمے کے علاوہ فقہ کے مسائل بھی بیان کیے جاتے تھے[۵۵] تھوڑے ہی عرصے میں لوگوں کی ایک معقول تعداد اس میں شریک ہونے لگی۔ خلیفہ صاحب نے اپنی علالت کے باوجود[۵۶] اس کارِ ثواب کو اپنی وفات تک نہایت محنت و لگن سے جاری رکھا۔ اسی دوران علماء واعظین پیدا کرنے کے لیے ایک خالصتاً دینی مدرسے کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی، چنانچہ اس کا جائزہ لینے اور نصاب مرتب کرنے کے لیے خلیفہ صاحب کی سرکردگی میں ایک ذیلی کمیٹی قائم کی گئی۔ مجلسِ منتظمہ کے متعدد اجلاسوں میں بحث و تمحیص کے بعد مجلس عام نے ۱۷ جنوری ۱۸۹۶ء کو اپنے اجلاس میں اصولی طور پر اس کی منظوری دے دی، لیکن فیصلہ کیا گیا کہ مدرسے کے قیام سے پہلے انجمن نعمانیہ لاہور سے رابطہ قائم کیا جائے۔ مدرسے کے لیے ایک علیحدہ فنڈ بھی قائم کر دیا گیا[۵۷] انجمن نعمانیہ سے بات چیت کامیاب نہ ہو سکی۔ اس لیے ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو خلیفہ حمید الدین مرحوم کی یاد میں مدرسہ حمیدیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کر دیا گیا۔ اس میں داخلے کے لیے کم از کم شرط طالب علم کا پرائمری پاس ہونا تھا۔ اُس کا چھ سالہ نصاب ندوۃ العلماء، جامعۃ الازہر اور پنجاب یونیورسٹی کے نصابوں کو مدِ نظر رکھ کر تیار کیا گیا تھا۔ اس میں طب کی تعلیم بھی شامل تھی تاکہ فارغ التحصیل ہونے والے حضرات اس سے اپنی روزی کا سامان پیدا کر سکیں۔ شروع میں صرف دو

---

۵۳ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۵ء، ۱۸۸۶ء، ۱۸۸۷ء، ص (بالترتیب) ۲۰، ۱۱-۱۲، ۹-۱۱

۵۴ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۸ء، ۱۸۸۹ء، ۱۸۹۰ء، ص (بالترتیب) ۹-۱۰، ۱۰، ۱۳

۵۵ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۵ء ص ۱۸

۵۶ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۳۰

۵۷ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۸ء و ۱۸۸۹ء ص ۱۱

ابتدائی جماعتیں کھولی گئیں، جن میں انتیس طلبا داخل ہوئے۔ اُن میں سولہ امدادی تھے، جن میں سے نو طالب علموں کے تمام اخراجات انجمن برداشت کرتی تھی، جب کہ باقی سات کو مختلف رقوم کے وظائف دیے جاتے تھے۔[۵۸] تمام طلبا کی فیس معاف تھی۔ ہر طالب علم کو انگریزی سیکھنے کے لیے دو سے تین گھنٹے کا وقت دیا جاتا تھا۔[۵۹] پہلی دو جماعتوں کا سالانہ امتحان ۶ اپریل ۱۸۹۸ء کو منعقد ہوا تاکہ مدرسے کے طلبا یونیورسٹی کے عربی امتحانات میں شریک ہو سکیں۔ یکم مئی سے تیسری جماعت بھی قائم کر دی گئی جس میں دو طالب علم داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک انٹرنس پاس اور ایک ایف اے پاس تھا، تینوں جماعتوں میں کل چونتیس طلبا داخل تھے جن میں دس بورڈر تھے۔[۶۰] اگلے برس چوتھی جماعت کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ تمام جماعتوں کے لیے تین مدرسین مقرر تھے۔ طلبا کے اخلاق و عادات کا بطور خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ سات طلبا یونیورسٹی کے مولوی عالم امتحان میں شریک ہوئے۔[۶۱] ۱۹۰۰ء میں نو لڑکے درجہ مولوی کے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سات پاس ہوئے اور ایک نے
و عادات کا بطور خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ سات طلبا یونیورسٹی کے مولوی عالم امتحان میں شریک ہوئے۔[۶۱]

۱۹۰۰ء میں نو لڑکے درجہ مولوی کے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے سات پاس ہوئے اور ایک نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔ کل بینتالیس طلبا میں سے بارہ بورڈر تھے۔ جن کے تمام اخراجات انجمن ادا کرتی تھی۔[۶۲]

۱۹۰۱ء میں پانچویں جماعت کا اضافہ ہوا اور ایک اور مدرّس مولوی احمد حسن کو مقرر کیا گیا۔ دیگر اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ تھے۔ (۱) مولوی محمد ذاکر مولوی فاضل اوّل مدرس و مدرس دینیات، ادب، منطق، صرف و نحو (۲) مولوی غلام محمد مدرس متذکرہ بالا و مدرس طب اور (۳) مولوی محمد یحییٰ مولوی فاضل مدرس دینیات[۶۳] امتحان درجہ مولوی میں تمام طلبا کامیاب ہوئے جب کہ ایک ہندوستان بھر میں اوّل رہا۔[۶۴] اگلے برس مدرسے کے ایک طالب علم غوث محمد نے اوّل پوزیشن لی اور وظیفہ حاصل کیا۔ اس سال چھٹی جماعت بھی قائم کر دی گئی۔ جماعت پنجم کے چار طلبا پہلی مرتبہ مولوی عالم کے امتحان میں شریک ہوئے۔[۶۵]

---

۵۸ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۶ء، ص ۱۰۔ ۱۱
۵۹ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۷ء، ص ۱۳۔ ۱۴
۶۰ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۸ء، ص ۱۹۔ ۲۱
۶۱ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۹ء، ص ۳۴
۶۲ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۰ء، ص ۲۹
۶۳ وکیل (امرتسر) ۲۰ مئی ۱۹۰۱ء
۶۴ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۲ء، ص ۲۸۔ ۲۹
۶۵ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۳ء، ص ۸

۱۹۰۳ء میں ایک اور جماعت کا اضافہ کر دیا گیا، جس میں مولوی فاضل تک تعلیم دی جاتی تھی[۶۶]۔ ۱۹۰۴ء میں ایک طالب علم مولوی عبدالرحیم امتحان مولوی فاضل میں صوبہ میں دوم اور مولوی عالم کے امتحان میں مولوی دل محمد اوّل اور مولوی غوث محمد دوم رہے۔ اکثر نے سرکاری وظیفے حاصل کیے۔ جون میں تجویدِ قرآن کے لیے ایک جماعت قائم کر دی گئی جس میں شہر کے اکثر اور بعض بیرونی کم سن بچے قرآن شریف حفظ کرتے تھے[۶۷]۔ اگلے برس ایک اور حافظ قرآن کی خدمات حاصل کی گئیں۔ دسمبر میں مدرسے میں کل چھتیس طلبا زیرِ تعلیم تھے جن میں ایک انٹرنس اور دو مڈل پاس تھے[۶۸]۔ ۱۹۰۶ء میں اٹھائیس طلبا کو انجمن کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا جب کہ اٹھارہ لڑکے جماعت حفظ قرآن مجید میں داخل تھے[۶۹]۔

## مدرسۃ المسلمین اور اسلامیہ کالج

انجمن حمایتِ اسلام نے مسلمانانِ پنجاب کی تعلیمی ترقی میں بھی نہایت گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ہندوستان میں رائج الوقت تعلیمی نظام کئی وجوہ کی بنا پر اُن کے لیے ناقابلِ قبول اور غیر تسلی بخش تھا۔ مذہبی اداروں اور مساجد میں صرف دینی تعلیم کا ــــ اور اکثر حالات میں ناقص انتظام تھا جب کہ سرکاری مدرسوں کے نصاب میں مذہبی تعلیم شامل نہ تھی۔ مشنری اداروں میں ہر وقت مذہب کا خطرہ رہتا تھا۔ یہ حالات مسلمانوں کے لیے انتہائی غیر تسلی بخش تھے، جن کی وجہ سے وہ تعلیمی میدان میں ہندوؤں کی نسبت بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ انھیں ایسی تعلیم کی ضرورت تھی جس میں مروجہ دنیوی علوم کے ساتھ دینی تعلیم بھی شامل ہو۔ یہ ضرورت انجمن کے قیام کے لیے بھی بہت بڑی محرک ثابت ہوئی۔ چنانچہ اکتوبر ۱۸۸۶ء میں مدرسۃ المسلمین کے نام سے ایک سکول جاری کر دیا گیا۔ شروع میں تقریباً تیس بچے داخل ہوئے جن کے لیے دو مدرس مقرر تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں مزید طلبا کے داخلے سے پرائمری کی تینوں جماعتیں قائم ہو گئیں۔ کچھ عرصہ بعد اپر پرائمری کی دو جماعتیں بھی کھول دی گئیں بلکہ

---

۶۶ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۳ء ص ۸

۶۷ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۴ء ص ۹-۱۰

۶۸ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۵ء ص ۵-۶

۶۹ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۶ء ص ۹

جماعت سوم کے دو فریق کرتے پڑھتے۔[۵۷۰] دسمبر میں اُس میں ۱۹۱ طلبا اور چھ مدرس تھے[۵۷۱]۔ شروع میں اسے طویلہ شاہ نواز میں کرائے کے ایک مکان میں قائم کیا گیا لیکن طلبا کی تعداد میں اضافے کے بعد اُسے کرنل سکندر خاں کی حویلی میں منتقل کر دیا گیا۔ اُس کے انتظام و نگرانی کے لیے ڈاکٹر محمد الدین مالک رسالہ طب حیوانات کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم تھی جس کے تحت اعزازی انسپکٹر و اسسٹنٹ انسپکٹر بھی مقرر تھے۔ پہلے دو مہینوں میں کوئی فیس نہ تھی لیکن دسمبر سے معمولی فیس عائد کر دی گئی[۵۷۲]۔ غریب و نادار بچوں کے لیے فیس معاف اور دیگر رعایتیں تھیں۔ چونکہ اجرائے مدرسہ کے وقت طلبا مختلف اداروں سے آئے تھے، اس لیے اُن کی استعداد یکساں نہ تھی۔ چنانچہ جس مضمون میں کوئی طالب علم اچھا تھا اُسے اُس کے مطابق اُس جماعت میں داخل کر لیا تھا جس میں وہ چل سکتا تھا۔ باقی مضمونوں میں کمی پورا کرنے کے لیے خصوصی جماعتیں قائم کی گئیں۔ جون ۱۸۸۷ء میں تمام طلبا کا امتحان لے کر اُن کی باقاعدہ جماعت بندی کر دی گئی۔ ڈاکٹر محمد الدین کے باہر تشریف لے جانے پر مدرسے کی نگرانی کا کام منشی علی محمد کے سپرد کر دیا گیا۔ اُن کے علاوہ کمیٹی دیگر ارکان اور تعلیم یافتہ افراد بھی وقتاً فوقتاً مدرسے کا معائنہ اور اپنے مشوروں سے مستفید کرتے رہتے تھے[۵۷۳]۔ مدرسے کے نصاب میں دینی تعلیم کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ سرکاری سکولوں میں پڑھائے جانے والے اردو، فارسی، انگریزی، جغرافیہ، حساب وغیرہ کے مضامین کے ساتھ نماز، قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ ہر جماعت کے لیے علیحدہ نصاب مقرر تھا۔ نماز کی پابندی ہر طالب علم کے لیے لازمی تھی۔ جو نمازیں سکول کے اوقات میں آتی تھیں، وہ قریبی مسجد میں باجماعت ادا کی جاتی تھیں۔ جمعہ کے روز جامع مسجد میں اُن کی حاضری لی جاتی تھی۔ ہر درجے کے طلبا کو اُن کی استطاعت کے مطابق ہفتے میں دو دفعہ وعظ بھی کیا جاتا تھا۔ دینی تعلیم کی وجہ سے سکول کے اوقات چھ کی بجائے سات گھنٹے مقرر تھے[۵۷۴]۔ دسمبر ۱۸۸۶ء میں مدرسے کی پانچوں جماعتوں میں طلبا کی کل

---

۵۷۰ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۲۷-۲۹

۵۷۱ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۱۲

۵۷۲ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۲۹

۵۷۳ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۱۲

۵۷۴ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء، ۱۸۸۷ء، ۱۸۸۹ء ص (بالترتیب) ۳۰، ۱۴، ۱۳

تعداد ۱۹۱ تھی جو ۱۸۸۷ء میں بڑھ کر ۲۷۸ ہوگئی۔ اسی برس موچی دروازے میں واقع مشن برانچ سکول ٹوٹ کر مدرسے میں شامل ہوگیا[۵۷۵] جنوری ۱۸۸۸ء میں درجہ مڈل کی جماعتیں بھی کھول دی گئیں، ان میں بھی مختلف الاستعداد طلبا داخل ہوئے جن کو مطلوبہ معیار تک لانے کے لیے اساتذہ کو خصوصی محنت کرنا پڑی۔ مذہبی تعلیم میں اکثر کی حالت نہایت پست تھی۔ اسی برس مدرسے کی طرف سے پہلی مرتبہ مڈل امتحان کے لئے بیس طلبا کے نام بھیجے گئے۔ اس میں کامیاب ہونے والے طلبا کے لیے اگلے برس سے انٹرنس کی جماعت کھولنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے انجمن کے رسالے اور دیگر اخبارات میں دو اساتذہ کے لیے اشتہارات بھی شائع کرائے گئے[۵۷۶]

تمام جماعتوں کے سالانہ امتحانات دسمبر میں منعقد ہوتے تھے، جن میں اساتذہ کے علاوہ دیگر علما اور تعلیم یافتہ افراد کو بھی ممتحن مقرر کیا جاتا تھا۔ امتحانات میں اعلیٰ نمبر حاصل کرنے والوں اور دینیات حساب اور انگریزی میں خاص لیاقت کا مظاہرہ کرنے والوں کو انجمن اور بعض اوقات ممتحنوں کی طرف سے انعامات بھی دیے جاتے تھے[۵۷۷] ۱۸۸۹ء میں مڈل کا نتیجہ نکلنے پر انٹرنس کی ایک جماعت قائم کردی گئی۔ امتحان میں بیس میں سے صرف پانچ طالب علم کامیاب ہوئے جس کی ایک بڑی وجہ ریاضی کے پرچے کا غیر معمولی طور پر سخت معیار تھا۔ دیگر مضامین میں اُن کی کارکردگی خاصی بہتر تھی[۵۷۸] ۱۸۹۰ء میں انٹرنس کی دوسری جماعت بھی کھول دی گئی۔ مڈل امتحان میں انیس میں تیرہ طلبا کامیاب ہوئے۔ دسمبر میں طلبا کی تعداد ۱۴۴ تھی، جب کہ اساتذہ کی تعداد بیس تھی۔ فیس سے اوسط آمدنی ۱۸۲ روپے اور خرچ ۳۱۵ روپے ماہوار تھا[۵۷۹]

۱۸۹۱ء میں لوئر پرائمری جماعتوں کو علیحدہ کرکے شہر کے مختلف حصوں میں تین شاخوں میں تقسیم کردیا گیا۔ مڈل امتحان میں ۲۱ میں سے ۱۷ اور انٹرنس میں ۱۲ میں سے صرف ۳ طلبا کامیاب ہوئے۔ انجمن کے مطابق انٹرنس امتحان میں چند پرچوں کے سخت معیار کی وجہ سے اکثر مدرسوں کا یہی

---

۵۷۵ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۷ء ص ۱۲

۵۷۶ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۸ء ص ۱۳

۵۷۷ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۸ء و ۱۸۹۰ء ص (بالترتیب) ۱۴، ۶

۵۷۸ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء ص ۱۳

۵۷۹ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۵-۶

حال تھا۔ اسی برس محکمہ تعلیم نے مدرسوں کو تسلیم کر کے اس کے طلبا کے لیے سرکاری وظائف کے اجرا کی اجازت دے دی، جس کے نتیجے میں دو طلبا نے وظائف حاصل کیے۔ محکمے کے افسران کے علاوہ چند دیگر حکام و عمائدین قوم نے بھی مدرسے کا معائنہ کیا اور اس کے معیار و انتظام پر تسلی کا اظہار کرتے ہوئے مزید ترقی کے لیے تجاویز بھی پیش کیں۔ جولائی میں جلسۂ تقسیم انعامات منعقد ہوا، جس میں گذشتہ برس کے سالانہ امتحانات میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلبا کو انجمن اور دیگر معاونین مدرسہ کی طرف سے کتابوں اور ۱۲۳ روپے کے نقد انعامات دیئے گئے۔ چند ہمدردانِ قوم نے آئندہ برس کے لیے بھی ۲۳۰ روپے انعام میں دینے کا وعدہ کیا۔ مدرسے کی ترقی و مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دسمبر میں اُس کے طلبا کی تعداد جنوری کی نسبت ڈیڑھ گنا یعنی ۲۵۳ ہو گئی جب کہ ۲۷ اساتذہ تدریس کے لیے متعین تھے۔[۸۰] مئی ۱۸۹۲ء میں اُس میں کالج کی ایک جماعت بھی کھول دی گئی۔ شروع میں اس میں صرف چھ طلبا داخل ہوئے، لیکن دسمبر تک ان کی تعداد گیارہ ہو گئی۔ ۳۸ طلبا مڈل امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے ۲۲ کامیاب ہوئے اور ایک نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔ انٹرنس کے امتحان میں ۲۴ میں سے ۱۰ طلبا کامیاب ہوئے۔ مدرسے میں دیگر مضامین کے علاوہ دینی تعلیم کا انتظام بھی تسلی بخش تھا۔ پرائمری میں قرآن شریف اور اُردو میں دینیات کے رسالے اور اعلیٰ درجوں میں قرآن شریف کا ترجمہ اور عربی میں دینیات کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ اوقاتِ مدرسہ میں ہر طالب علم کے لیے باجماعت نماز ادا کرنا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ تمام طلبا انجمن کے ہفتہ وار وعظ اجلاس میں بھی شریک ہوتے تھے۔[۸۱] ۱۸۹۳ء میں کالج کی سیکنڈ ایئر کلاس بھی شروع کر دی گئی۔ انٹرنس امتحان میں ۲۶ میں سے ۱۹ طالب علم کامیاب ہوئے، جب کہ مڈل امتحان میں دو طالب علموں نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔ دسمبر میں کل طلبا کی تعداد ۲۰۸ تھی جن میں سے گیارہ طلبا ہائی کلاس میں سرکاری وظیفہ حاصل کرتے تھے۔[۸۲] ۱۸۹۴ء میں کالج کی جماعت کے تمام طلبا نے مدرسے کی طرف سے پہلی مرتبہ ایف اے کے امتحان میں شرکت

---

۸۰؎ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۵-۶

۸۱؎ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۳ء ص ۷-۹

۸۲؎ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۴ء ص ۷-۸

کی، اُن میں سے صرف تین جب کہ انٹرنس میں ۱۴ میں سے ۱۲ اور مڈل میں ۲۹ میں سے ۲۷ طالب علم کامیاب ہوئے۔ انٹرنس میں دو نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔

اِن کے علاوہ مختلف درجوں میں زیرِ تعلیم دس دیگر طلبا کو بھی سرکاری وظیفہ ملتا تھا۔ اس برس انجمن اسلامیہ، لاہور نے بھی کالج جماعت کے لیے دس دس روپے ماہانہ کے دو وظائف جاری کیے۔[۸۳] ۱۸۹۵ء میں کل طلبا کی تعداد ۴۶۹ تھی جو سال کے آخر میں بڑھ کر ۶۹۲ ہوگئی۔ ایف اے میں بارہ میں سے چار، انٹرنس میں ۲۳ میں سے ۱۱ اور مڈل میں ۲۸ میں سے ۱۴ طالب علم کامیاب ہوئے۔ انجمن کے مطابق صوبے کے دیگر مدرسوں کے نتائج کی بھی یہی کیفیت تھی۔ انجمنِ اسلامیہ لاہور نے اعلیٰ تعلیم کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک اور وظیفے کا اعلان کیا۔ اس کے علاوہ سات طلبا کو سرکاری اور ۸۹ کو انجمن کی طرف سے وظائف ملتے تھے۔[۸۴] ۱۸۹۶ء میں ایف اے امتحان میں مدرسے کا نتیجہ صوبے بھر میں تیسرے نمبر پر رہا۔ کامیاب اُمیدواروں میں اُس کے طلبا کا تناسب مشہور اداروں مثلاً ڈی اے وی کالج لاہور، مشن کالج دہلی، سکاچ مشن کالج سیالکوٹ اور میونسپل بورڈ کالج امرتسر سے بہتر تھا۔ دسمبر میں کالج کلاس میں طلبا کی تعداد پچاس تھی جو صوبے بھر کے کالجوں میں داخل مسلم طلبا کی مجموعی تعداد سے زیادہ تھا۔ یہ صورت مدرسے کے اعلیٰ معیار اور صوبے میں اسلامیہ کالج کی ضرورت کی بہترین دلیل تھی۔ اسی برس پنجاب یونیورسٹی نے بھی اُسے تسلیم کرتے ہوئے کالج میں تمام قسم کے وظائف عطا کرنے کی منظوری دے دی۔ انجمن کے اپنے وظائف کے علاوہ مدرسے کو پندرہ سرکاری اور نیم سرکاری وظائف حاصل تھے، جن میں سے آٹھ وظیفے کالج جماعت کے طلبا کو ملتے تھے۔ اِن کے علاوہ ایک وظیفہ ڈاکٹر عبداللہ خاں ہاسپٹل اسسٹنٹ مستونگ علاقہ بلوچستان سے درجہ ہائی کے لیے دیا جاتا تھا۔[۸۵] جنوری ۱۸۹۷ء میں طلبا کی کل تعداد ۷۰۱ تھی جن میں سے ۵۰ کالج، ۷۲ ہائی ڈیپارٹمنٹ، ۲۱۹ مڈل، ۱۸۳ اپر پرائمری اور ۱۷۴ لوئر پرائمری میں زیرِ تعلیم تھے۔ آخر سال پر کالج جماعت میں مزید ۱۲ طلبا کا اضافہ ہوگیا۔

---

۸۳۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۴ء، ص ۷

۸۴۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۵ء، ص ۶-۷

۸۵۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۶ء، ص ۱۸-۲۰

سائنس کی تدریس کے لیے آلات وغیرہ خریدنے کی غرض سے ایک ہزار روپے کی رقم منظور کی گئی۔ مئی میں گورنر پنجاب نے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے ہمراہ کالج، بورڈنگ ہاؤس اور یتیم خانے کا معائنہ کیا۔ پرنسپل کے نام اپنے خط میں ادارے کے انتظام اور معیارِ تعلیم پر اظہارِ اطمینان کرتے ہوئے اُس نے عہدیداران انجمن کی عملی کاوشوں کی بھی تعریف کی۔ انسپکٹر مدارس لاہور نے بھی چند بار معائنہ کر کے کئی مفید مشورے دیئے۔ نومبر میں اپنی معائنہ رپورٹ میں اُس نے کالج اور سکول کے تدریسی عملے کو علیحدہ کرنے اور نتائج امتحانات کی بنیاد پر اساتذہ کو ترقی دینے کے فرسودہ طریقے کو ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے انتظام کے دیگر پہلوؤں خاص کر نظم و نسق اور کھیلوں کے لیے مہیا کردہ سہولتوں کی بھی تعریف کی۔[۴۸۶] اس رپورٹ کا سکول اور کالج کے تدریسی نظام پر خاطر خواہ اثر پڑا، جس کے نتیجے میں اگلے ہی برس کالج اور ہائی سکول کے تدریسی عملے کو علیحدہ اور منشی حاکم علی کو چودھری نبی بخش کی جگہ کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ ہائی سکول کے اساتذہ میں بھی چند تبدیلیاں کی گئیں، ان سے دونوں درجوں کی تعلیم اور انتظام پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ اُس سال کالج میں سائنس کی تدریس کا بھی آغاز کر دیا گیا۔ ایف اے میں ۲۷ میں سے ۱۳، انٹرنس میں ۲۸ میں سے ۱۵ اور مڈل میں ۴۱ میں سے ۲۹ طلبا کامیاب ہوئے۔ انٹرنس کے نتیجے پر جوبلی وظائف حاصل کرنے والے تمام طلبا اسی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ ان کے علاوہ کالج اور مدرسے کے ۲۶ طلبا کو دیگر سرکاری وظائف بھی ملتے تھے۔ اس سال لاہور میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں بھی انجمن اور مدرسے کی کارکردگی اور تعلیمی خدمات کی تعریف اور کالج کے لیے متعدد وظائف کا اعلان کیا گیا۔ جون میں علی گڑھ سے ایک وفد نے صاحب زادہ آفتاب احمد خاں کی سرکردگی میں مدرسہ، کالج اور بورڈنگ ہاؤس کا معاینہ کیا۔ اُن کے انتظام اور طلبا کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اُنھوں نے بورڈنگ ہاؤس میں لائبریری، ریڈنگ اور ڈیبیٹنگ روم قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ محکمہ تعلیم کے افسران بھی وقتاً فوقتاً معائنہ کرتے رہے۔ نومبر میں شاہ سیام کے ایک اہل کار نے انسپکٹر مدارس لاہور کے ہمراہ کالج اور مدرسے کا دورہ کیا۔ دونوں نے اپنے تاثرات میں تعلیمی ماحول بالخصوص سائنس کی تدریس کے لیے اُس کی کاوشوں کی تعریف کی۔ ڈائرکٹر

---

[۴۸۶] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۷ء ص ۸-۱۲

سررشتۂ تعلیم نے بھی صوبے کی سالانہ تعلیمی رپورٹ بابت ۱۸۹۷ء–۱۸۹۸ء میں کالج اور مدرسے کا ذکر شان دار طریقے سے کیا۔ اس میں مذہبی و اخلاقی تعلیم کے اعلیٰ انتظام، بورڈنگ ہاؤس، یتیم خانہ اور مدرسہ حمیدیہ کی بھی بہت تعریف کی گئی۔ اسی سال کے آخر میں پنجاب یونیورسٹی نے طب یونانی کی جماعت کو یونیورسٹی اورینٹل کالج سے اسلامیہ کالج کو منتقل کر دیا۔ چنانچہ جنوری ۱۸۹۹ء میں مولوی حکیم غلام مصطفےٰ پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور کے تحت اُس کی باقاعدہ تدریس کا آغاز ہوگیا۔ اگست ۱۸۹۷ء میں مزنگ میں مقامی مسلمانوں کی درخواست پر مدرسے کی چوتھی شاخ کھولی گئی تھی، لیکن دسمبر ۱۸۹۸ء میں عدم ترقی کی بنا پر اس کا درجہ اپر پرائمری سے گھٹا کر لوئر پرائمری کر دیا گیا۔ اکتوبر میں اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور نے مدرسے کی تمام شاخوں کی اپر پرائمری جماعتوں کا امتحان لیا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں طلبا کی کارکردگی پر مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔[۵۷] ۱۸۹۹ء میں ایف اے امتحان میں ۲۹ میں سے ۱۹ طلبا کامیاب ہوئے۔ اس طرح مسلم اوسط پاس شدگان اور تعداد اور وظائف کے اعتبار سے اُس کا نتیجہ صوبے بھر میں اوّل رہا۔ انٹرنس میں ۲۷ میں سے ۱۴، مڈل میں ۲۷ میں سے ۱۶ جب کہ اپر پرائمری میں ۶۷ میں سے ۲۷ طالب علم کامیاب ہوئے۔ آخر الذکر امتحان میں مدرسے کے طلبا نے ۱۳ میں سے ۶ وظائف حاصل کیے۔ سائنس اور ریاضی کے مضامین میں بھی کالج اور مدرسے کی کارکردگی قابلِ ستائش تھی۔ محکمہ تعلیم اور اسلامی انجمنوں کے علاوہ انجمن کی طرف سے ۵۲ طلبا کو وظائف، ۸۵ کو سامانِ تعلیم، ۱۴۷ کو پوری فیس اور ۴۲ کو نصف فیس کی رعایت بھی حاصل تھی۔ اسی برس سکول سٹاف میں دو سینیئر اینگلو ورنیکلر سند یافتہ اساتذہ یعنی حافظ احمد دین اور مفتی احمد سعید کو مقرر کیا گیا جس سے مدرسے کی کارکردگی پر خاطر خواہ اثر پڑا۔ ۱۹۰۰ء میں طلبا کی تعداد ۹۷۳ تھی جو آیندہ برس کے اختتام پر ۱۲۱۱ ہو گئی۔ ایف اے امتحان میں اوسط پاس شدگان اور تعدادِ وظائف کے اعتبار سے صوبے کے گیارہ کالجوں میں چھٹی اور لاہور کے چار مقامی کالجوں میں اُس کی تیسری پوزیشن تھی۔ دیگر امتحانات میں بھی اُس کی کارکردگی انتہائی تسلی بخش تھی۔ اپر پرائمری (پانچویں جماعت) کے امتحان میں اُس کے طلبا نے کل تیرہ میں سے دس سرکاری وظیفے حاصل کیے۔ اسی برس بی اے کی ایک جماعت بھی جاری کر دی گئی۔ دسمبر میں اُس میں صرف چھ

---

۵۷ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۸ء ص ۱۱–۱۲

طلبا زیرِ تعلیم تھے۔ سائنس کی تدریس کے لیے متعدد آلات اور سامان انگلستان سے منگوایا گیا۔ سرکاری اور دیگر وظائف کے علاوہ انجمن ۲۴ لڑکوں کو وظیفے اور متعدد کو سامانِ تعلیم اور فیس کی رعایت دیتی تھی[۸۸]۔ مئی ۱۹۰۱ء میں بی اے کی دوسری جماعت یعنی فورتھ ائیر کلاس بھی قائم کر دی گئی، جس سے اُسے ڈگری کالج کا درجہ حاصل ہو گیا۔ ایف اے میں اُس کا نتیجہ مقامی کالجوں سے بہتر رہا۔ ایک طالب علم نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی جب کہ انٹرنس میں اُس کا طالب علم ضیاء الدین صوبے بھر میں آیا۔ اپر پرائمری میں اس کے طلبا نے تیرہ برس سے گیارہ وظیفے حاصل کیے۔ اس طرح مختلف درجوں میں ۵۵ لڑکوں کو سرکاری اور دیگر وظائف ملتے تھے جب کہ ۴۴ طلبا کو انجمن خود اپنے فنڈ سے وظیفے دیتی تھی۔ اس سال کالج اور انجمن کے دفتر کے لیے پانچ نئے کمرے تعمیر کیے گئے، جس کے بعد کالجوں کی جماعتوں کو مدرسے سے علیحدہ کر دیا گیا[۸۹]۔ اس میں آٹھ اساتذہ مقرر تھے جن کے نام یہ تھے۔
(۱) منشی حاکم علی بی اے پرنسپل اسلامیہ کالج و سکول، پروفیسر ریاضی و علم طبعی (۲) شیخ عبدالقادر بی اے پروفیسر انگریزی (۳) شیخ عبدالعزیز بی اے پروفیسر انگریزی (۴) منشی فتح الدین بی اے، پروفیسر انگریزی و فلسفہ (۵) منشی محمد اسحاق بی اے (۶) حافظ عبدالعزیز ایم اے پروفیسر تاریخ (۷) مولوی اصغر علی روحی ایم او ایل مولوی فاضل و منشی فاضل پروفیسر عربی و فارسی و دینیات (۸) حافظ احمد علی مولوی فاضل و منشی فاضل اسسٹنٹ پروفیسر عربی و فارسی و دینیات۔ سکول میں کل ۳۲ مدرسین تھے[۹۰]۔ دسمبر ۱۹۰۲ء میں طلبا کی تعداد ۲۸۰ تھی۔ بی اے کے امتحان میں کالج کی طرف سے پہلی مرتبہ چھ طلبا نے حصہ لیا لیکن کوئی کامیاب نہ ہو سکا۔ دیگر امتحانات میں اُس کے نتائج حسبِ سابق تسلی بخش تھے[۹۱]۔ ۱۹۰۳ء میں بی اے میں اس کا نتیجہ بالحاظ اوسط پاس شدگان تمام کالجوں سے بہتر رہا۔ جب کہ ایک طالب علم نے پولیٹیکل اکانومی کے مضمون میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ایف کے امتحان میں بھی اس کا نتیجہ ایک کے سوا تمام کالجوں

---

۸۸۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۹ء ص ۱۸-۲۳

۸۹۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۰ء ص ۱۹-۲۱

۹۰۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۱ء ص ۵-۶، ۱۶-۲۱

۹۱۔ وکیل ۲۰ مئی ۱۹۰۱ء

سے بہتر تھا۔ ۵۸ طالب علموں کو مختلف درجوں میں ۱۴۶۵ روپے سالانہ مالیت کے وظائف ملتے تھے[92]
۱۹۰۴ء میں کالج کے طلبا کی تعداد ۸۰ تھی جو ۱۹۰۵ء میں ۹۳ ہو گئی۔ طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اُسے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں منتقل کر دیا گیا۔ اسی برس اُس کی تعمیر کے لیے چھیاسٹھ کنال کا ایک قطعۂ اراضی اکیاون ہزار روپے کے عوض خریدا گیا۔ لائبریری کی توسیع کے لیے بھی پانچ ہزار روپے کی رقم منظور کی گئی۔ دیگر شعبوں بالخصوص بورڈنگ ہاؤس کی بہتری کے لیے بھی کئی اقدامات کیے گئے۔ مدرسے اور اس کی شاخوں میں ۱۵۰۰ طلبا زیرِ تعلیم تھے۔ انٹرنس میں ۱۲ میں سے ۴ کامیاب ہوئے اور تین نے سرکاری وظیفے حاصل کیے، جب کہ مڈل میں ۱۰۰ میں سے ۸۷ کامیاب ہوئے اور چھ طلبا نے وظیفہ حاصل کیا[93] کھیلوں وغیرہ میں بھی اُس کے طلبا کی کارکردگی خاصی تسلی بخش تھی۔ سرکل ٹورنامنٹ میں اس کی کرکٹ ٹیم نے دوسری پوزیشن اور جمناسٹک مقابلوں میں اُس نے سب سے زیادہ انعام حاصل کیے[94] ۱۹۰۶ء میں کالج میں طلبا کی تعداد ۹۱ اور سکول میں ۵۸۲ تھی بی اے میں گیارہ میں سے آٹھ لڑکے کامیاب ہوئے۔ یہ نتیجہ بلحاظ اوسط پاس شدگان تمام کالجوں سے بہتر تھا۔ مارچ میں پنجاب حکومت نے کالج کی تعمیر کے لیے پچیس ہزار روپے کی خصوصی گرانٹ دی۔ اسی برس یونیورسٹی کی طرف سے ایم اے عربی کی جماعت کھولنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ چنانچہ مولوی اصغر علی روحی کے تحت اُس کی تدریس کا آغاز کر دیا گیا جب کہ صدرالدین جو کالج سے ہی بی اے کے امتحان میں عربی میں یونیورسٹی بھر سے اوّل آئے تھے پہلے شاگرد کے طور پر داخل ہوئے۔ انٹرنس میں ۶۴ میں سے ۴۳، مڈل میں ۹۰ میں سے ۷۷، اور اپر پرائمری میں ۱۸۶ میں سے ۱۸۲ طلبا کامیاب ہوئے۔ ۴۲ طلبا کو سرکاری وظائف ملتے تھے۔ کھیلوں کے مقابلے میں بھی طلبا نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور کرکٹ شیلڈ، سرکاری پلیٹ اور دیگر اعزازات حاصل کیے[95]

**بورڈنگ ہاؤس** :۔ مدرسے کے فوراً بعد بورڈنگ ہاؤس کا قیام بھی ناگزیر ہو گیا تھا۔ بہتری

---

[92] سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۲ء ص ۶، ۱۹

[93] سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۳ء ص ۵ - ۸

[94] سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۴ء ص ۸، ۲۰ - ۲۲، ۳۰ - ۳۱

[95] سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۶ء ص ۳ - ۹

اضلاع کے متعدد مسلمان اپنے بچوں کو مدرسے میں داخل کرانے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ یکم اپریل ۱۸۹۰ء کو مدرسے کے مکان میں ہی بورڈنگ ہاؤس قائم کر دیا گیا۔ اس کے نظم و اہتمام کے لیے چھ ممبروں پر مشتمل ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی، جس کے سیکرٹری مدرسے کے ہیڈ ماسٹر چوہدری نبی بخش تھے۔ ان کے تحت ایک تنخواہ دار اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بھی متعین تھا۔ طلبا کی تمام ضروریات بشمول خوراک بورڈنگ کی طرف سے مہیا کی جاتی تھیں۔ اُن کی مذہبی و اخلاقی حالت کا بطورِ خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ تمام بورڈر باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد تلاوت قرآن مجید کروائی جاتی تھی رمضان میں روزوں کی پابندی اور تراویح کا بھی انتظام تھا۔ پڑھائی کے اوقات سختی سے متعین تھے، اسی وجہ سے تمام بورڈر اچھے نمبروں میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ طبی امداد و نگرانی کا بھی تسلی بخش انتظام تھا۔ حکیم غلام نبی وقتاً فوقتاً بورڈنگ کا معائنہ اور بیمار طلبا کا علاج کرتے تھے۔ دسمبر ۱۸۹۰ء میں اس میں ۶۴ طلبا داخل تھے جن میں ۹ درجہ ہائی، ۱۹ مڈل اور ۳۱ پرائمری میں پڑھتے تھے۔[۹۶] ۱۸۹۱ء میں زیادتی کام کی وجہ سے مزید ایک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ بورڈرز کی تعداد ۵۶ جب کہ کل آمدن مع بچت سال گذشتہ ۳۰۵۰ روپے اور خرچ ۲۰۴۲ روپے تھا۔[۹۷] اگلے برس ایک ہمہ وقت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ مدرسے کو ہی سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس مقرر کیا گیا۔ ڈاکٹر سیّد امیر شاہ اور ڈاکٹر محمد الدین بلا اُجرت علاج کرتے تھے۔ ۱۸۹۳ء میں چند شکایات کے پیشِ نظر کھانے کا انتظام اور خرچ طلبا کے ذمّے منتقل کی اور کرایہ و سامان وغیرہ کے لیے ایک روپیہ ماہوار فیس مقرر کی گئی۔ علاج معالجہ کے لیے حکیم محمد علی خدمات انجام دیتے رہے۔ دسمبر ۱۸۹۴ء میں بورڈروں کی تعداد ۷۱ تک پہنچ گئی۔[۹۸] جنوری ۱۸۹۵ء میں یتامیٰ کو بورڈنگ ہاؤس سے علیحدہ کر کے یتیم خانے میں منتقل کر دیا گیا۔ طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ایک علیحدہ مکان کرائے پر لیا گیا۔ دسمبر میں ایک ڈسپنسری قائم اور ایک تنخواہ دار کمپاؤنڈر مقرر کیا گیا اور ڈاکٹر محمد الدین اعزازی طور پر علاج کرتے تھے۔ کم عمر بچوں کی پڑھائی کے لیے اوقاتِ مدرسہ کے بعد خصوصی

---

۹۶ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء ص ۷-۸

۹۷ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۹-۱۰

۹۸ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۴ء ص ۷

جماعت کا انتظام کیا گیا۔ اس برس کل ۱۱۹ بورڈر داخل تھے جن میں پنجاب کے علاوہ دیگر صوبوں کے طلبا بھی شامل تھے[۹۹] ۱۸۹۶ء میں اسلامیہ کالج کے پروفیسر خواجہ ضیاء الدین کو اعزازی سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ مولوی زین العابدین مدرس عربی اوقات مدرسہ کے بعد کم استعداد طلبا کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھاتے تھے[۱۰۰] ۱۸۹۸ء میں نئے قواعد کے تحت منشی حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج کو اعزازی سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ انھوں نے بورڈنگ ہاؤس کی ترقی و اصلاح کے لیے کئی اقدامات کیے۔

بورڈنگ ہاؤس میں ہر عمر و حیثیت کے بچے داخل ہو سکتے تھے۔ اُن میں کم عمر لڑکے بھی شامل تھے، جن کی ہر قسم کی نگرانی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے ذمے ہوتی تھی۔ بعض غریب و نادار طلبا کو کرایہ و فیس میں رعایت بھی دی جاتی تھی[۱۰۱] ۱۹۰۰ء میں بورڈروں کی تعداد ۴۶ تھی، آمدن ۵۸۸ روپے اور خرچ ۷۶۳ روپے تھا۔ جگہ کی قلت کی وجہ سے متعدد طلبا کو داخلے سے انکار کرنا پڑتا تھا۔ انجمن ایک وسیع مکان کی تلاش میں تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے اپنا مکان تعمیر کرنے کے لیے حکومت کو ایک موزوں قطعہ اراضی عطا کرنے کی درخواست بھی دے رکھی تھی[۱۰۲] ۱۹۰۳ء میں بورڈنگ ہاؤس میں ایک ریڈنگ روم، لیٹریری اور اصلاحی سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ لیٹریری سوسائٹی کے اجلاس باقاعدگی سے منعقد ہوتے تھے اور اُن میں انگریزی، عربی، فارسی و اُردو میں مضامین اور نظمیں پڑھی جاتی تھیں۔ اصلاحی کمیٹی بورڈنگ ہاؤس کے انتظام اور طلبا کے اخلاق کے بارے میں مشورے دیتی اور سوچ بچار کرتی تھی۔ اس طرح بورڈنگ ہاؤس نے بھی انجمن کے دیگر اداروں کی طرح مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

---

۹۹ھ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۵ء ص ۶۔ ۸

۱۰۰ھ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۶ء ص ۲۰۔ ۲۱

۱۰۱ھ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۸ء ص ۲۱۔ ۲۳

۱۰۲ھ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۰ء ص ۳۰